سیرگئی اکساکوف
لال بھبوکا پھول

سیرگئی اکساکوف
لال بھبوکا پھول
تصویریں از گالینا انفی‌لووا
ترجمہ : تقی حیدر
دارالاشاعت ترقی
ماسکو

ایسے ایسے ایک کسی بادشاہت میں، کسی ریاست میں ایک تھا مالدار سوداگر، بڑا ہی نامور آدمی۔

اس کے پاس بڑی دولت تھی، سمندرپار کی قیمتی چیزیں، موتی، جواہرات، سونے چاندی کے سکے۔ اور اس سوداگر کے تین تھیں بیٹیاں، تین کی تینوں بڑی خوبصورت، اور چھوٹی تو سبھی سے بڑھ کر خوبصورت۔

تو ایک بار ایسا ہوا کہ اس سوداگر نے اپنے کاروبار کے سلسلے میں سمندرپار دور دیسوں کا، بڑی بڑی بادشاہتوں، بڑی بڑی ریاستوں کا سفر کرنے کی تیاریاں شروع کیں۔ اور اس نے اپنی اچھی پیاری بیٹیوں سے کہا:

"میری پیاری بیٹیو، میری اچھی بیٹیو، میری خوبصورت بیٹیو، مجھے تو اب اپنے کاروبار کے سلسلے میں سفر پر جانا ہے اور میں تم کو کہے جاتا ہوں کہ میرے پیچھے تم سب مل جل کر ایمانداری سے رہنا۔ تم جو بھی مانگوگی وہ میں تمہارے لئے تحفے لاؤں گا۔ میں تمھیں تین دن کا وقت دیتا ہوں، سوچ لو اور بتاؤ کہ تمھیں کون سے تحفے چاہئیں۔"

تین دن اور تین رات وہ سوچتی رہیں، پھر تینوں اپنے باپ کے پاس آئیں۔ باپ نے ان سے پوچھا کہ وہ کیسے تحفے چاہتی ہیں۔ بڑی بیٹی نے جھک کر باپ کی تعظیم کی اور سب سے پہلے بولی:

''میرے اچھے بابا، میرے دل‌وجان کے مالک، آپ میرے لئے نہ زربفت اور کمخواب لائیے، اور نہ سیاہ سنجاب اور قیمتی موتی، مجھے تو ایک سونے کا جڑاؤ مکٹ لا دیجئے جس میں جواھرات جڑے ہوں اور جو ایسے چمکے جیسے پورا چاند، جیسے سنہرا سورج، ایسا ہو کہ اس کی روشنی سے اندھیری رات میں دوپہر کا سا اجالا ہو جائے۔''

نیک سوداگر نے تھوڑی دیر سوچا پھر بولا:

''اچھا، میری پیاری بیٹی، اچھی اور خوبصورت بیٹی، میں تیرے لئے ایسا ہی مکٹ لاؤں گا۔ ایسا مکٹ سمندرپار کی ایک شہزادی کے پاس ہے اور پتھر کے پہاڑ پر، پتھر کے غار میں رکھا رہتا ہے جس میں لوہے کے تین دروازے ہیں جن میں لوہے کے تین تالے بند ہیں۔ آسان کام تو نہیں ہوگا لیکن میری دولت کے لئے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔''

پھر منجھلی بیٹی تعظیم بجا لائی اور بولی:

''میرے اچھے بابا، میرے دل‌وجان کے مالک! آپ میرے لئے نہ زربفت اور کمخواب لائیے، نہ سائبیریا کا سیاہ سنجاب اور موتیوں کی مالا، نہ سونے کا جڑاؤ مکٹ۔ میرے لئے تو مشرق کے بلور کا آئینہ لا دیجئے جو پورے کا پورا ہو اور جس میں کوئی بھی بال نہ ہو تاکہ جب میں اس میں دیکھوں تو مجھے ساری دنیا کی خوبصورتی نظر آ جائے اور جب میں اس میں خود کو دیکھوں تو بوڑھی نہ ہوں اور میرا حسن روزبروز بڑھتا ہی جائے۔''

نیک سوداگر تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر بولا:

''اچھا، میری پیاری بیٹی، اچھی اور خوبصورت بیٹی، تیرے لئے میں بلور کا ایسا ہی آئینہ حاصل کروں گا۔ اس طرح کا آئینہ فارس کے بادشاہ کی بیٹی کے پاس ہے جو پتھر کے ایک محل میں، پتھر کے پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔ اس میں لوہے کے سات دروازے ہیں جن میں سات تالے بند ہیں اور اس محل تک پہنچنے کے لئے تین ہزار زینے چڑھنے پڑتے ہیں اور ہر زینے پر رات دن ایک سپاہی ننگی

تلوار لئے کھڑا رہتا ہے۔ اور لوہے کے دروازوں کی کنجی شہزادی کے پٹکے میں بندھی رہتی ہے۔ تو نے جو کام بتایا ہے یہ ہے تو تیری بہن کے کام سے بھی زیادہ مشکل لیکن میری دولت کے لئے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔''

تب چھوٹی بیٹی جھک کر تعظیم بجا لائی اور کہنے لگی:

''میرے اچھے بابا، میرے دل‌وجان کے مالک! آپ میرے لئے نہ زربفت اور کمخواب لائیے، نہ سائبیریا کا سیاہ سنجاب اور موتیوں کی مالا، نہ سونے کا جڑاؤ مکٹ اور بلور کا آئینہ۔ میرے لئے تو آپ لال بھبوکا پھول لادیجئے جس سے زیادہ خوبصورت پھول ساری دنیا میں نہ ہو۔''

نیک سوداگر تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر سوچ کر اس نے اپنی سب سے پیاری بیٹی کو پیار کیا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگا:

''تو نے مجھے جو کام دیا ہے وہ تو تیری بہنوں کے کام سے بھی مشکل ہے۔ جس چیز کو آدمی جانتا ہو اسے تو ڈھونڈے، لیکن جسے خود ہی نہ جانتا ہوں اسے کیا ڈھونڈے اور کیسے پائے؟ لال بھبوکا پھول ڈھونڈ لینا تو کوئی بڑی بات نہیں ہے لیکن یہ مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ اس سے زیادہ خوبصورت پھول دنیا میں نہیں ہے؟ کوشش کروں گا لیکن میرا تحفہ اگر تمھاری مرضی کا نہ ہو تو ناراض نہ ہونا۔''

اور چل دیا سوداگر، سمندرپار کے اجنبی دیسوں اور انجانی بادشاہتوں کے سفر پر۔ اس نے اپنی بڑی بیٹی سے جس تحفے کا وعدہ کیا تھا وہ تو اس نے ڈھونڈ لیا — سونے کا جڑاؤ مکٹ جس سے اندھیری رات میں دن کا سا اجالا ہو جائے۔ اس نے اپنی منجھلی بیٹی سے جس تحفے کا وعدہ کیا تھا وہ بھی اس نے ڈھونڈ لیا — بلور کا آئینہ جس میں ساری دنیا کی خوبصورتی نظر آئے اور جو اس میں دیکھے وہ بوڑھا نہ ہو، اس کا حسن بڑھتا ہی جائے۔ نہ ڈھونڈ سکا وہ تو بس وہ تحفہ جس کا وعدہ اس نے اپنی چھوٹی اور سب سے پیاری بیٹی سے کیا تھا — لال بھبوکا پھول جس سے زیادہ خوبصورت پھول ساری دنیا میں نہ ہو۔

بادشاہوں، راجاؤں اور سلطانوں کے باغوں میں گیا اور اس نے بہت سے لال بھبوکا پھول دیکھے ایسے خوبصورت کہ نہ زبان سے بیان کیا جا سکے، نہ قلم سے

لکھا جا سکے لیکن یہ قول تو اسے کوئی بھی نہ دے سکا کہ اس سے زیادہ خوبصورت پھول ساری دنیا میں نہیں - اور یوں ہی وہ اپنے وفادار خدمتگاروں کے ساتھ سفر کرتا رہا، جھلستے ریگستانوں میں، گھنیرے جنگلوں میں - ایسے میں ایک بار کیا ہوا کہ پتہ نہیں کہاں سے اس پر ڈاکو ٹوٹ پڑے - نیک سوداگر نے جب دیکھا کہ یہ مصیبت آ پڑی تو اس نے اپنے مال و دولت سے لدے قافلے اور اپنے وفادار خدمتگاروں کو چھوڑا اور گھنیرے جنگل میں بھاگ گیا - اس نے سوچا: ''غلام بن کر رہنے اور آزادی سے محروم ہو جانے سے تو اچھا ہے کہ جنگل کے جانور مجھے چیر پھاڑ ڈالیں -''

جنگل میں وہ ادھر ادھر بھٹک رہا تھا جہاں نہ کوئی راستہ نہ پگڈنڈی - لیکن جب ذرا آگے گیا تو کچھ اچھا راستہ ملا اور ایسا لگا جیسے پیڑ اس کے سامنے سے ہٹ جاتے ہیں اور جھاڑیاں اس کے لئے راستہ صاف کردیتی ہیں - اور پھر تو نیک سوداگر کو اپنی آنکھوں پر بھروسا ہی نہ رہا - اس نے دماغ پر بڑا زور دیا کہ یہ کیا عجوبہ ہو رہا ہے - وہ چلتا چلا جا رہا تھا اور راستہ ایسا تھا جیسے اس پر کافی لوگ آتے جاتے رہتے ہوں - وہ سارا دن صبح سے شام تک چلتا رہا لیکن یہی لگتا رہا کہ اس کے آس پاس نہ کوئی جیو ہے نہ جانور - اور تب ہوگئی اندھیری رات، ایسی اندھیری کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دے لیکن اس کے قدموں کے نیچے راستہ ویسے ہی روشن تھا - وہ چلتا رہا یہاں تک کہ اسے لگا کہ آدھی رات ہوگئی ہوگی - اور اب جو سامنے دیکھتا ہے تو کیا کہ جیسے آگ دمک رہی ہے - اور جتنا وہ آگے بڑھتا گیا اتنی ہی یہ دمک تیز ہوتی گئی اور پھر اتنی روشنی ہوگئی کہ لگا جیسے دن ہے - لیکن کہیں سے بھی جنگل کے جلنے اور لکڑیوں کے چٹکنے کی کوئی آواز نہیں آ رہی تھی - آخرکار وہ ایک بہت بڑے صاف قطعے میں پہنچ گیا جس کے بیچ میں ایک بادشاہ کا محل تھا، دمکتا ہوا، سونے اور چاندی اور جواہرات سے جگمگاتا ہوا اور چمکتا ہوا - لیکن آگ تو کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی اور روشنی ایسی جیسے لال سورج کہ دیکھو تو آنکھیں چکاچوند ہو جائیں - محل کی ساری کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اور اندر سے موسیقی کی آواز آ رہی تھی، ایسی میٹھی کہ ویسی کسی نے سنی ہی نہیں -

وہ زینوں پر ہوکر، جن پر شوخ سرخ رنگ کا ٹول چڑھا ہوا تھا اور جن کے کنارے کنارے سنہرے سہارے لگے تھے، محل کے اندر داخل ہوا۔ دیوان خانے میں آیا تو وہاں کوئی نہیں، دوسرے کمرے میں گیا، پھر تیسرے میں — کوئی بھی نہیں، پانچویں میں، دسویں میں — نہ کوئی آدم نہ آدم‌زاد۔ اور سازوسامان ہر جگہ شاہانہ، کہ ایسا نہ کسی نے دیکھا نہ کسی نے سنا، ساری چیزیں سونے کی، چاندی کی، مشرقی بلور کی، ہاتھی دانت اور آبنوس کی۔

نیک سوداگر تو ایسی قصے کہانیوں کی سی دولت دیکھ کر دنگ رہ گیا اور اس سے زیادہ اس بات پر کہ کوئی مالک نہیں۔ اور مالک تو کیا کوئی خدمتگار تک نہیں۔ اور موسیقی برابر بجے جا رہی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا: ”اور سب تو اچھا ہے، مگر کھانے کو کچھ نہیں،، — بس کہنے کی دیر تھی کہ جانے کہاں سے اس کے سامنے ایک میز آ گئی، طرح طرح کے کھانوں سے لدی ہوئی۔ سونے اور چاندی کے برتن میں مٹھائیاں ہی مٹھائیاں، اور ولایتی شراب اور شہد کا مشروب۔ وہ میز سے لگ‌کر بیٹھ گیا اور اس نے جی بھر کر شراب پی، سیر ہوکر کھانا کھایا اس لئے کہ پورے چوبیس گھنٹوں سے کچھ نہ کھایا تھا، اور پھر کھانے ایسے کہ آدمی ہونٹ چاٹتا رہ جائے۔ کھا پی کر وہ میز سے اٹھا اور اس نے اٹھکر ابھی ادھر ادھر نظر ڈالی ہی تھی کہ میز اور سارے کھانے یوں غائب جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔ البتہ موسیقی ویسے ہی بجتی رہی۔

نیک سوداگر اس عجوبوں کے عجوبے اور معجزوں کے معجزے پر تو اور بھی حیران ہوا۔ اس نے گھوم پھر کر محل کی آرائشیں دیکھیں اور دل ہی دل میں کہا: ”کتنا اچھا ہوتا اگر ذرا سی آنکھ لگ جاتی، ذرا سا میں سو لیتا!،، اور کیا دیکھتا ہے کہ اس کے سامنے خالص سونے کی گھڑی ہوئی مسہری موجود ہے جس کے پائے بلور کے ہیں اور جس پر چاندی کی جھالر اور موتیوں کی لڑوں والا پردہ پڑا ہے اور پورا بستر بھی بچھا ہوا ہے۔

اس نئے معجزے پر نیک سوداگر اور بھی حیران ہوا۔ وہ اونچی مسہری پر لیٹ گیا اور جو اس نے چاندی کے پردوں کو گرایا تو وہ ایسے ہلکے اور ملائم جیسے ریشم کے ہوں۔ کمرے میں اندھیرا ہو گیا جیسے دھندلکا چھا گیا ہو اور موسیقی کی آواز لگا کہ کہیں دور سے آ رہی ہے اور اس نے سوچا:

''کاش میں خواب میں اپنی بیٹیوں کو دیکھ سکوں!،، اور ویسے ہی وہ غافل سو گیا۔

جب سوداگر کی آنکھ کھلی تو سورج پیڑوں کی پھننگوں کے اوپر آ چکا تھا۔ ساری رات اس نے خواب میں اپنی بیٹیوں کو دیکھا تھا۔ بڑی اور منجھلی تو خوب خوش و خرم تھی لیکن چھوٹی جو اس کی سب سے پیاری بیٹی تھی وہ رنجیدہ تھی۔ خواب میں اس نے دیکھا کہ بڑی اور منجھلی کی تو امیر منگیتروں سے نسبت طے ہو گئی ہے اور وہ شادی کی تیاریاں کر رہی ہیں اور وہ اتنے دن بھی انتظار کرنے کو تیار نہیں ہیں کہ باپ واپس آ جائے اور دعائیں دے کر رخصت کرے۔ مگر چھوٹی، سب سے پیاری، تینوں میں سب سے خوبصورت بیٹی منگنی کی بات بھی نہیں سننا چاہتی جب تک اس کے پیارے بابا واپس نہ آ جائیں۔ اس بات سے اس کے دل کو خوشی بھی ہوئی اور رنج بھی ہوا۔

وہ اپنی اونچی مسہری پر سے اترا اور اس نے دیکھا کہ اس کے کپڑے سب تیار رکھے تھے اور ایک بلوریں طشت میں فوارے سے پانی ابل رہا ہے۔ اس نے کپڑے پہنے۔ اب اسے طرح طرح کے عجوبوں پر کوئی حیرت نہیں ہو رہی تھی — میز پر چائے اور کافی رکھی تھی اور اس کے ساتھ مزیدار ناشتہ۔ خدا کی عبادت کرکے اس نے ناشتہ کیا اور پھر سے محل میں گھوم گھوم کر دن کی روشنی میں اس کی آرائشوں کو دیکھنے لگا۔

وہ دوسرے زینے پر آ گیا جو سنگ سبز اور تانبے کے مالاخیت کا بنا ہوا تھا اور جس کے کنارے سنہرے سہارے لگے تھے۔ ان زینوں سے اتر کر وہ ایک سبز باغ میں پہنچ گیا۔ باغ میں ٹہلنا اسے بہت اچھا لگا۔ پیڑوں پر پکے ہوئے سرخ سرخ پھل لگے تھے جیسے کہہ رہے ہوں کہ ہمیں توڑ کر کھا لو۔ انھیں دیکھ ہی کر رال ٹپکنے لگتی تھی۔ رنگ برنگے پھول کھلے تھے، ان دیکھی چڑیاں اڑتی پھر رہی تھیں اور ایسے گا رہی تھیں جیسے جنت کے پرندے ہوں۔ فواروں کا پانی اتنے اوپر تک جا رہا تھا کہ ان کی چوٹی دیکھنے کے لئے سر کو اتنا اٹھانا پڑتا تھا کہ ٹوپی گر جائے اور زمین پر چشمے بلوریں رج بہوں میں کلکلاتے پھر رہے تھے۔

نیک سوداگر ان سب چیزوں کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ

اچانک کیا دیکھتا ہے کہ ایک سبز ٹیلے کی ڈھلان پر ایک پھول کھلا ہوا ہے جس کا رنگ ہے لال بھبوکا اور جس کی خوبصورتی ایسی کہ نہ آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے سنا، کہ نہ اسے زبان سے بیان کیا جا سکے نہ قلم سے لکھا جا سکے۔ نیک سوداگر کی تو اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔ وہ اس پھول کے پاس گیا۔ اس پھول کی خوشبو پورے باغ پر چھائی ہوئی تھی۔ سوداگر کے تو ہاتھ پاؤں کانپنے لگے اور اس نے بہت خوش ہو کر کہا:

"یہی ہے وہ لال بھبوکا پھول جس سے زیادہ خوبصورت پھول ساری دنیا میں نہیں، جسے لانے کے لئے میری چھوٹی اور سب سے پیاری بیٹی نے کہا تھا۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور اس نے لال بھبوکا پھول توڑ لیا۔ اور ٹھیک اسی وقت بن بادل بجلی کوندی اور بڑے زوروں کی گرج ہوئی کہ پاؤں تلے زمین ہل گئی اور سوداگر کے سامنے، جیسے زمین میں سے ابھر کر، ایک عجوبہ نمودار ہوا کہ نہ جانور نہ آدمی، سارے بدن پر جھبرے بال اور ایسا کہ دیکھ کر ڈر لگے اور وہ درندوں کی سی آواز میں چنگھاڑا:

"کیسے تم نے میرے باغ میں آکر میرے مقدس اور محبوب پھول کو توڑنے کی ہمت کی؟ میں نے تو اپنی آنکھ کی پتلی کی طرح اس کی حفاظت کی اور میں اسے دیکھ دیکھ کر سارے دن خوش ہوتا تھا اور تم نے مجھے میری زندگی کی ساری خوشی سے محروم کر دیا۔ میں نے ایک عزیز مہمان اور عزت دار آدمی کی طرح تمھارا خیرمقدم کیا، تمھیں کھلایا پلایا، سونے کو بستر دیا اور تم نے میری نیکی کا یہ بدلا دیا؟ جان لو کہ تمھارا انجام برا ہوگا۔ اس قصور کی سزا میں تمھیں قبل از وقت ہی مرنا ہوگا!..."

اور ہر طرف سے درندوں کی بےشمار آوازیں آنے لگیں:

"تمھیں قبل از وقت ہی مرنا ہوگا!"

سوداگر اس عجیب و غریب دیو کے سامنے گھٹنوں کے بل گر پڑا اور منت سماجت کرنے لگا:

"اے نیک دل جناب، جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت، کیسے میں آپ سے خطاب کروں — میں نہیں جانتا، مجھے کچھ پتہ نہیں۔ میری اس بےقصور گستاخی پر میری دیندار جان کو مت ختم کیجئے۔ مجھے پھانسی دینے کا یا

میرے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا حکم نہ دیجئے۔ مجھے اپنی بات کہہ لینے کی اجازت تو دیجئے۔ میں تین بیٹیوں کا باپ ہوں، تین خوبصورت بیٹیاں، اچھی اور پیاری بیٹیاں۔ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں ان کے لئے سفر سے تحفے لاؤں گا۔ بڑی بیٹی کے لئے جڑاؤ مکٹ، منجھلی بیٹی کے لئے بلور کا آئینہ اور چھوٹی بیٹی کے لئے لال بھبوکا پھول جس سے زیادہ خوبصورت پھول ساری دنیا میں نہ ہو۔ بڑی اور منجھلی بیٹی کے لئے تحفہ میں نے ڈھونڈ لیا لیکن چھوٹی بیٹی کا تحفہ کسی طرح نہ ڈھونڈ پایا۔ ایسا تحفہ مجھے آپ کے باغ میں نظر آیا — لال بھبوکا پھول جس سے زیادہ خوبصورت پھول ساری دنیا میں نہیں۔ اور میں نے سوچا کہ ایسے مالک کے لئے، جس کی دولت کا کوئی حساب ہی نہیں، جو اتنا طاقتور اور اتنا مہربان ہے، وہ ایک لال بھبوکا پھول کا برا نہیں مانے گا۔ آپ مجھ بیوقوف اور بےسمجھ آدمی کو معاف کر دیجئے، مجھے میری بیٹیوں کی خوشی کے لئے بخش دیجئے اور مجھے یہ لال بھبوکا پھول میری سب سے چھوٹی اور پیاری بیٹی کو تحفہ دینے کے لئے دے دیجئے۔ میں آپ کو اتنا سونا دوں گا جتنا آپ مانگیں۔،،

جنگل میں قہقہہ گونج اٹھا جیسے بڑے زوروں کی گرج ہوئی ہو اور جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت نے سوداگر سے کہا:

''مجھے تمہارے سونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جتنا میرے پاس ہے اسی کے رکھنے کا ٹھکانا نہیں۔ تمہارے لئے بچنے کی صرف ایک ہی ترکیب ہے۔ میں تمہیں کوئی نقصان پہنچائے بغیر گھر جانے دوں گا، تمہیں بےحساب سونا انعام دوں گا، لال بھبوکا پھول تحفے کے طور پر دوں گا، بس تم مجھے یہ قول دو، نیک سوداگر کا قول اور اپنے ہاتھ کی تحریر دو کہ تم اپنی ایک اچھی اور خوبصورت بیٹی کو میرے پاس بھیج دوگے۔ میں اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا اور وہ میرے ساتھ پوری آزادی اور عزت کے ساتھ رہے گی جیسے کہ تم خود میرے محل میں رہے ہو۔ میں اکیلے رہتے رہتے اوب گیا ہوں اور اب اپنے لئے ایک ساتھی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔،،

''میرے محسن، جنگل کے دیو اور سمندر کے بھوت! لیکن اگر میری بیٹیاں آپ کے پاس آنے پر راضی نہ ہوں تو پھر میرا کیا حال ہوگا؟ تو پھر میں کس طرح ان کو آپ کے پاس پہنچاؤں گا؟ مجھے تو یہاں تک پہنچنے میں دو سال لگے

اور اب تو یاد بھی نہیں کہ کن جگہوں اور کن راستوں سے ہوکر یہاں آیا ہوں۔،،

اس پر جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت نے سوداگر سے کہا:

''میں چاہتا ہوں کہ تمھاری بیٹی یہاں تمھاری محبت میں آئے، اپنی مرضی اور خواہش سے۔ اور اگر تمھاری کوئی بھی بیٹی اپنی مرضی سے نہیں آتی تو پھر تم خود واپس آؤ اور میں تم کو ایسی بھیانک موت ماروں گا کہ تم کو سبق ہو جائے گا۔ اور میرے پاس کیسے پہنچا جائے — اس کی فکر کرنے کی تم کو ضرورت نہیں۔ میں اپنے ہاتھ سے ایک انگوٹھی اتار کر دوں گا اور جو کوئی بھی اسے اپنی دائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پہن لے گا وہ جہاں چاہے گا وہاں پلک جھپکتے میں پہنچ جائے گا۔ گھر پر آزمانے کے لئے میں تمھیں تین دن تین رات کی مہلت دیتا ہوں۔،،

سوداگر سوچتا رہا، اپنا سارا دماغ لگا کر سوچتا رہا اور اس نے یہ سوچا کہ ''اچھا ہی ہے کہ میں ایک بار اپنی بیٹیوں کو دیکھ لوں اور ان کو پدرانہ دعائیں دے دوں اور اگر وہ مجھے موت سے نہیں بچانا چاہتیں تو پھر میں موت کے لئے اس طرح تیار ہو جاؤں گا جیسے کہ دیندار آدمی کو ہونا چاہئے اور اس جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کے پاس واپس آجاؤں گا۔،، اس کے خیالات میں کوئی جھوٹی بات نہ تھی اور جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت نے اس کے دل کی بات اس کے کہے بغیر ہی جان لی۔ اس کی سچائی دیکھ کر اس نے اپنے ہاتھ سے سونے کی انگوٹھی اتاری اور اسے نیک سوداگر کو دے دیا۔

اور نیک سوداگر نے اسے اپنے دائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پہنا ہی تھا کہ وہ اپنے گھر کے بڑے پھاٹک کے سامنے پہنچ گیا۔ اور اسی وقت اسی پھاٹک سے اس کا مال‌ودولت سے لدا ہوا قافلہ خدمتگاروں سمیت داخل ہوا۔ گھر میں تو بڑا ہنگامہ اور بڑی خوشی ہوئی۔ بیٹیوں نے باپ کو پیار کرنا، لپٹانا اور طرح طرح کے پیار کے ناموں سے پکارنا شروع کیا اور اس سب میں دونوں بڑی بیٹیاں چھوٹی بیٹی سے آگے تھیں۔ لیکن انھوں نے یہ دیکھ لیا کہ ان کے باپ کچھ خوش نہیں ہیں اور ان کے دل میں کسی بات کا رنج ہے جسے وہ ظاہر نہیں کر رہے ہیں۔ بڑی بیٹیوں نے اس سے سوالات کرنا شروع کیا کہ کیا ہوا، کیا اس کی بڑی دولت

ضائع ہو گئی؟ چھوٹی بیٹی کو دولت کی کوئی پروا نہیں ۔ اس نے اپنے باپ سے پوچھا :

''مجھے آپ کی دولت کا کوئی غم نہیں، دولت تو فانی چیز ہوتی ہے ۔ لیکن آپ مجھے بتائیے کہ آپ کو کس چیز کا دلی رنج ہے ۔''

اور تب نیک سوداگر نے اپنی پیاری بیٹیوں، اچھی اور خوبصورت بیٹیوں سے کہا کہ :

''میری بڑی دولت بالکل ضائع نہیں ہوئی بلکہ الٹے وہ تو دگنی تگنی ہو گئی ۔ مجھے تو کسی اور ہی بات کا رنج ہے اور اس کے بارے میں میں تم کو کل بتاؤں گا ۔ آج تو ہم خوشیاں منائیں گے ۔''

اس نے اپنے قیمتی، لوہے کے قبضوں کنڈوں والے صندوقوں کو لانے کا حکم دیا ۔ بڑی بیٹی کے لئے اس نے سونے کا مکٹ نکالا ۔ منجھلی بیٹی کا تحفہ مشرقی بلور کا آئینہ اس کو دیا اور پھر چھوٹی بیٹی کو سونے کے گلدان میں رکھا ہوا لال بھبوکا پھول دیا ۔ بڑی بیٹیاں تو سارے خوشی کے دیوانی ہوئی جا رہی تھیں ۔ بس چھوٹی بیٹی، سب سے پیاری بیٹی لال بھبوکا پھول کو دیکھتے ہی کانپنے لگی اور رونے لگی ۔

اس نے لال بھبوکا پھول کو لے لیا اور اپنے باپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا لیکن ویسے ہی پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی ۔

شام کو مہمان آئے اور سوداگر کا گھر عزیز دوستوں اور رشتے داروں سے بھر گیا ۔ آدھی رات تک بات چیت ہوتی رہی اور شام کی دعوت ایسی ہوئی کہ نیک سوداگر نے اپنے گھر میں ایسی دعوت کبھی نہ دیکھی تھی ۔ وہ خود نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ یہ سب کہاں سے آ گیا اور اسی طرح سارے لوگ بھی حیران تھے، یہ چاندی سونے کے برتن اور حیرت انگیز کھانے جیسے کہ پہلے کبھی گھر میں دیکھے ہی نہیں گئے تھے ۔

اگلی صبح کو سوداگر نے اپنی بڑی بیٹی کو بلوایا، اسے سارا حال بتایا کہ اس پر کیا کچھ بیتی اور اس سے پوچھا کہ کیا وہ اسے بھیانک موت سے بچانا چاہتی ہے اور اس کے لئے جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کے پاس جا کر رہنے کو تیار ہے ؟ بڑی بیٹی نے صاف انکار کر دیا اور کہا :

''اب وہی بیٹی باپ کی جان بچائے جس کے لئے وہ لال بھبوکا پھول لائے ہیں۔،،
پھر نیک سوداگر نے اپنی منجھلی بیٹی کو اپنے پاس بلوایا، اس کو سارا حال بتایا کہ اس پر کیا کچھ بیتی اور اس سے پوچھا کہ کیا وہ اسے بھیانک موت سے بچانا چاہتی ہے اور اس کے لئے جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کے پاس جاکر رہنے کو تیار ہے؟ منجھلی بیٹی نے بھی صاف انکار کر دیا اور کہا:
''اب وہی بیٹی باپ کی جان بچائے جس کے لئے وہ لال بھبوکا پھول لائے ہیں۔،،
تب نیک سوداگر نے اپنی چھوٹی بیٹی کو بلاکر سارا حال بتایا اور ابھی وہ اپنی بات ختم بھی نہ کر پایا تھا کہ اس کی چھوٹی اور سب سے پیاری بیٹی نے اس کے سامنے تعظیم کے ساتھ گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر کہا:
''میرے اچھے بابا، میرے دل‌وجان کے مالک، مجھے دعا دیجئے، میں جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کے پاس جاؤں‌گی اور اس کے ساتھ رہوں‌گی۔ آپ میرے لئے لال بھبوکا پھول لائے اور اب آپ کی جان بچانا میرا فرض ہے۔،،
نیک سوداگر کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے اپنی چھوٹی اور سب سے پیاری بیٹی کو گلے لگایا اور اس سے کہا:
''بیٹی، میری اچھی، میری پیاری، سب سے چھوٹی اور سب سے چہیتی بیٹی، میں تجھے باپ کے دل سے دعا دیتا ہوں کہ تو میری جان بچانے کے لئے اپنی مرضی اور خوشی سے جنگل کے بھیانک دیو کے ساتھ رہنے کے لئے جا رہی ہے۔ تو اس کے ساتھ محل میں رہےگی اور تجھے بڑی دولت اور پوری آزادی حاصل ہوگی۔ لیکن وہ محل کہاں ہے، یہ کوئی نہیں جانتا اور کسی کو وہاں پہنچنے کا راستہ نہیں معلوم۔ ہمیں تیری کوئی خیر خبر نہ ملےگی اور نہ ہماری خیر خبر تجھے ملےگی۔ اور میں تیری صورت دیکھے بغیر، تیری پیاری آواز سنے بغیر اپنی تلخ زندگی کیسے کاٹوں‌گا؟،،
چھوٹی اور سب سے پیاری بیٹی نے اپنے باپ سے کہا:
''روئیے مت اور نہ رنج کیجئے، میرے اچھے بابا، میرے دل‌وجان کے مالک۔ میں امیرانہ زندگی بسر کروں‌گی، پوری آزادی ہوگی۔ جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کا مجھے کوئی ڈر نہیں۔ میں وفاداری اور سچائی کے ساتھ اس کی خدمت کروں‌گی۔ اپنے آقا اور سرتاج کی طرح اس کی فرمانبرداری کروں‌گی اور

پھر ہو سکتا ہے وہ میرے حال پر رحم کرے۔ میرے لئے مت روئیے۔ ابھی تو میں زندہ ہوں، کوئی مر تو نہیں گئی۔ ہو سکتا ہے خدا چاہے تو میں پھر آپ کے پاس واپس آ جاؤں۔،،

لیکن نیک سوداگر کو ان لفظوں سے کوئی تسکین نہیں ہوئی اور وہ ویسے ہی روتا اور آہیں بھرتا رہا۔

تین رات اور تین دن گزر گئے اور وقت آ گیا کہ نیک سوداگر جدا ہو، اپنی چھوٹی اور سب سے پیاری بیٹی سے جدا ہو۔ اس نے اپنی چھوٹی بیٹی کو پیار کیا، گلے لگایا اور پھوٹ پھوٹ کر رویا۔ پھر اس نے جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کی انگوٹھی جڑاؤ ڈبیا میں سے نکالی اور اپنی چھوٹی اور سب سے پیاری بیٹی کے دائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پنہا دی۔ اور ویسے ہی وہ اور اس کا سارا سامان نظروں سے غائب ہو گیا۔

چھوٹی اور سب سے پیاری بیٹی نے دیکھا کہ وہ جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کے محل میں، پتھر کے بنے ہوئے ایک بہت بڑے کمرے میں ہے۔ اور وہ گھوم پھر کر سارے بلند چھتوں والے کمروں کو دیکھنے لگی۔ وہ کافی دیر تک ساری آرائشی چیزوں کو سراہتی رہی۔ جس کمرے میں بھی وہ گئی اسے پہلے والے سے زیادہ خوبصورت پایا۔ اس نے اپنے محبوب لال بھبوکا پھول کو سونے کے گلدان میں سے نکال لیا اور سرسبز باغ میں چلی گئی اور وہاں چڑیوں نے اس کے لئے اپنے بہشتی گیت گائے اور پیڑوں، جھاڑیوں اور پھولوں نے اس کے سامنے سر جھکا کر اس کی تعظیم کی، فواروں نے اپنا پانی اور اوپر تک اچھالا اور شفاف پانی کے چشمے اور زورزور سے کلکاریاں مارنے لگے۔ اسے وہ اونچی جگہ مل گئی جہاں سے نیک سوداگر نے لال بھبوکا پھول توڑا تھا جس سے زیادہ خوبصورت پھول ساری دنیا میں نہ تھا۔ اور وہ اس لال بھبوکا پھول کو، جسے اس نے سونے کے گلدان میں سے نکالا تھا، اٹھا کر اس کی پہلی والی جگہ پر لگانا ہی چاہتی تھی کہ پھول خود ہی اس کے ہاتھ سے اڑ کر اسی ڈنٹھل میں جا لگا جہاں سے اسے توڑا گیا تھا اور اب وہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت لگنے لگا۔

وہ اس عجوبوں کے عجوبے، معجزوں کے معجزے کو دیکھ کر حیران رہ گئی اور اپنے لال بھبوکا پھول کو سراہنے لگی، خوش ہونے لگی۔ پھر محل کے بلند

کمروں میں واپس چلی آئی۔ ان میں سے ایک کمرے میں اس نے دیکھا کہ میز لگی ہے اور اس نے بس سوچا ہی تھا کہ ''ایسا لگتا ہے کہ جنگل کا دیو، سمندر کا بھوت مجھ سے ناراض نہیں ہے اور وہ میرے لئے نیک آقا اور سرتاج ہوگا''، کہ اتنے میں سنگ مرمر کی دیوار پر، آگ کے حروف سے لکھ گیا:

''میں تمھارا مالک نہیں بلکہ تمھارا تابعدار غلام ہوں۔ تم میری مالکن ہو، اور تمھیں جو بھی چاہئے ہوگا، تم جس چیز کا بھی خیال کروگی، میں خوشی سے اسے پورا کروں گا۔''

جب وہ آگ کے حروف کو پڑھ چکی تو وہ سنگ مرمر کی دیوار سے یوں غائب ہو گئے جیسے ان میں سے کوئی کبھی وہاں تھا ہی نہیں۔ اور اسے یہ خیال ہوا کہ وہ اپنے باپ کو خط لکھے اور انھیں اپنی خیریت لکھ بھیجے۔ اسے یہ خیال ہوا ہی تھا کہ کیا دیکھتی ہے کہ اس کے سامنے کاغذ، سونے کا قلم اور دوات رکھے ہیں۔ اس نے اپنے پیارے بابا اور چہیتی بہنوں کو خط لکھا:

''میرے لئے نہ روئیے نہ رنج کیجئے۔ میں جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کے ساتھ ملکہ کی طرح محل میں رہتی ہوں۔ اسے خود کو تو نہ میں دیکھتی ہوں نہ اس کی آواز سنتی ہوں۔ اسے جو کچھ کہنا ہوتا ہے وہ سنگ‌مرمر کی دیوار پر آگ کے حروف سے لکھ دیتا ہے۔ اور وہ نہیں چاہتا کہ میں اسے مالک کہوں بلکہ وہ خود مجھے اپنی مالکن کہتا ہے۔''

اس نے خط لکھ کر ختم ہی کیا تھا کہ خط اس کے ہاتھ اور اس کی نظروں سے ایسا غائب ہوا جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔ موسیقی زور سے بجنے لگی اور میز پر کھانے اور مٹھائیاں اور شہد کا مشروب نمودار ہوگئے اور سارے برتن سونے کے تھے۔ وہ خوش خوش کھانے بیٹھی حالانکہ اس سے پہلے زندگی میں کبھی اس نے اکیلے کھانا نہ کھایا تھا۔ اس نے کھایا، پیا، آرام کیا اور موسیقی سنی۔ کھانے کے بعد وہ پھر باغ میں ٹہلنے گئی اس لئے کہ کھانے سے پہلے وہ باغ کا اور اس کی ساری آرائشوں کا آدھا حصہ بھی نہ دیکھ پائی تھی۔ سارے پیڑوں، جھاڑیوں اور پھولوں نے جھک کر اس کی تعظیم کی اور سارے پھل، ناشپاتیاں، آڑو اور سیب، تقریباً خود ہی اس کے منہ میں آنے لگے۔ کافی وقت گزر گیا اور تقریباً شام تک وہ ٹہلتی رہی۔ پھر وہ اپنے بلند کمروں میں واپس آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ

میز لگی ہے اور اس پر مٹھائیاں اور شہد کا مشروب اور پہلے ہی کی طرح ساری چیزیں چنی ہیں۔

شام کے کھانے کے بعد وہ اس سنگِ مرمر کی دیوار والے کمرے میں گئی اور اس نے دیکھا کہ آگ کے حروف سے لکھا ہوا ہے:

"میری مالکن، تم اپنے باغات اور کمروں، اپنے کھانے اور خدمتگاروں سے خوش ہو؟"

اور سوداگر کی نوجوان اور بےحد حسین بیٹی نے خوش ہو کر کہا:

"مجھے اپنی مالکن مت کہو لیکن تم ہمیشہ میرے مہربان مالک رہنا، شفیق اور محبتی۔ تمہاری ساری خاطر مدارات کے لئے بہت بہت شکریہ۔ تمہارے سرسبز باغ اور بلند کمروں سے زیادہ اچھے تو ساری دنیا میں کہیں نہ ملیں گے۔ تو میں خوش کیسے نہ ہوں گی؟ اس طرح کے معجزے سے تو میں ابھی تک دنگ ہوں۔ البتہ مجھے اکیلے سوتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ تمہارے سارے کمروں میں ایک بھی آدمی تو نہیں ہے۔"

دیوار پر آگ کے حروف میں لکھ گیا کہ:

"میری خوبصورت مالکن، ڈرو مت، تم اکیلی نہیں سوؤگی۔ تمہاری وفادار پسندیدہ نوکرانی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ ان کمروں میں بہت سے آدمی ہیں لیکن تم انہیں نہ دیکھ سکتی ہو نہ سن سکتی ہو اور وہ سب میرے ساتھ مل کر دن رات تمہاری دیکھبھال کرتے ہیں۔"

اور سوداگر کی نوجوان بیٹی اپنے سونے کے کمرے میں چلی گئی جہاں اس نے دیکھا کہ اس کی اپنی وفادار اور پسندیدہ نوکرانی اس کے بستر کے پاس کھڑی ہے اور مارے ڈر کے بس نام ہی کو زندہ ہے۔ وہ اپنی مالکن کو دیکھ کر بڑی خوش ہوئی اور اس نے جھک کر مالکن کے گورے ہاتھ چومے اور پاؤں چھوئے۔ مالکن بھی اسے دیکھ کر خوش ہوئی اور اس سے اپنے پیارے بابا کے بارے میں، اپنی بڑی بہنوں کے بارے میں اور باپ کے ہاں کے سارے نوکروں کے بارے میں پوچھنے لگی۔ پھر اس نے اپنا سارا حال سنایا کہ اس پر اس وقت تک کیا کیا گزری۔ اور یوں وہ دونوں تڑکا ہونے تک جاگتی رہیں۔

اور یوں سوداگر کی نوجوان اور بےحد خوبصورت بیٹی اپنے نئے گھر میں رہنے لگی۔ روز اس کے لئے نئے لباس تیار ہوتے اتنے اچھے اور خوبصورت کہ ان کی قیمت کا اندازہ لگانا ممکن نہیں اور قصوں کہانیوں میں بھی نہ انھیں بیان کیا جا سکتا ھے، نہ قلم سے لکھا جا سکتا ھے۔ ہر روز نئے نئے کھانوں اور نت نئی تفریحات: کبھی گاڑی پر سیر، چہل قدمی، اندھیرے جنگل میں بے گھوڑے کی گاڑی پر سیر جہاں درخت ایک طرف ہوکر اس کے لئے کشادہ اور ہموار سڑک بنادیتے۔ اور اس نے اپنی دستکاریاں پھر سے شروع کردیں، دستکاریاں جو نوجوان لڑکیاں کرتی ھیں، سونے اور چاندی کے تاروں سے مفلر اور تولیوں کی کشیدہ‌کاری اور پوت کی جھالریں۔ اس نے اپنے پیارے بابا کو تحفے بھیجے اور سب سے قیمتی تولیہ اس نے اپنے شفیق اور مہربان مالک کو تحفہ دیا۔ اور وہ سنگ مرمر کی دیوار والے کمرے میں روزبروز زیادہ جانے لگی، وھاں اپنے مہربان مالک سے اچھی اچھی باتیں کرتی اور آگ کے حروف میں اس کا جواب اور اس کی طرف سے سلام لکھا ہوا پڑھتی۔

تھوڑا وقت گزرا یا بہت وقت گزرا یہ تو پتہ نہیں، قصہ سناتے تو کوئی وقت نہیں لگتا لیکن کام کرتے بڑا وقت لگ جاتا ھے۔ بات یہ کہ سوداگر کی نوجوان اور بےحد خوبصورت بیٹی اپنی اس زندگی کی عادی ہوگئی۔ اب وہ جو کچھ دیکھتی اس پر اسے حیرت نہ ہوتی اور نہ اسے ڈر لگتا۔ اور دن پر دن اپنے مہربان مالک کےلئے اس کی محبت زیادہ ہوتی جاتی۔ اس نے دیکھ لیا کہ وہ اس کو اپنی مالکن یوں ھی نہیں کہتا بلکہ وہ سچ مچ اس سے بہت زیادہ محبت کرتا ھے۔ اس کا جی چاھنے لگا کہ وہ سنگ‌مرمر کی دیوار والے کمرے میں گئے بغیر اور آگ کے حروف کو پڑھے بغیر ھی جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کی آواز سنے۔

وہ اس سے اس کے بارے میں سماجت اور درخواست کرنے لگی لیکن جنگل کا دیو، سمندر کا بھوت اس پر جلدی تیار نہیں ہوا۔ اسے یہ ڈر تھا کہ اس کی آواز سے سوداگر کی نوجوان اور بےحد خوبصورت بیٹی ڈر جائے‌گی لیکن وہ اپنے شفیق مالک سے روزبروز زیادہ سماجت اور درخواست کرتی رھی اور جب وہ

اس کو باز نہ رکھ سکا تو اس نے سنگ‌مرمر کی دیوار پر آگ کے حروف سے آخری بار یہ پیغام لکھا:

”آج سرسبز باغ میں، اپنے سب سے پسندیدہ کنج میں آنا جو پتیوں، شاخوں اور پھلوں سے گھرا ہوا ہے اور کہنا: ’میرے وفادار غلام، مجھ سے بات کر‘۔“

تو سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بےحد خوبصورت بیٹی بھاگ کے سرسبز باغ میں گئی اور اپنے پسندیدہ کنج میں جاپہنچی اور اس نے پکار کر کہا:

”میرے مالک، نیک اور شفیق مالک، تم اس بات سے مت ڈرو کہ میں تمھاری آواز سے خوفزدہ ہو جاؤں‌گی۔ تمھاری اتنی شفقت کے بعد تو میں وحشی درندے کی چنگھاڑ سے بھی نہ ڈروں‌گی۔ مجھ سے بات کرو اور ذرا بھی مت ڈرو۔“

اور اس نے سنا کہ جیسے کسی نے کنج کے پیچھے سے ابھرکر سانس لی اور ایک ڈراؤنی آواز نکالی، درندوں کی سی اور بڑے زوروں کی، گونجتی ہوئی اور گرجتی ہوئی، اور اس کے ساتھ ھی اس نے دبی زبان سے کچھ کہا بھی۔ پہلے تو سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بےحد خوبصورت بیٹی جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کی آواز سن کر دم بخود رہ گئی لیکن اس نے اپنے آپ کو کسی نہ کسی طرح سنبھال لیا اور یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ وہ ڈر گئی ھے۔ جلد ھی اس کے مشفق اور مہربان کی بات، سمجھداری اور جانکاری کی بات اسے سنائی دینے لگی اور سمجھ میں آنے لگی، اور اس کے دل کو بڑی خوشی ہوئی۔

اس کے بعد سے اور پھر اس وقت سے ان میں باتیں ہونے لگیں، یوں سمجھو کہ دن دن بھر — سرسبز باغ میں ٹہلتے وقت، گھنے جنگل میں گاڑی پر گھومتے وقت اور سارے بلند کمروں میں بھی۔ سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بےحد خوبصورت بیٹی بس اتنا ھی پوچھتی کہ:

”میرے نیک اور محبوب مالک، کیا تم یہاں ہو؟“

اور جنگل کا دیو، سمندر کا بھوت فوراً جواب دیتا:

”یہیں ہوں میں، میری خوبصورت مالکن، تمھارا وفادار غلام، سچا دوست۔“

اور اب وہ اس کی درندوں جیسی بھیانک آواز سے بالکل نہ ڈرتی تھی اور ان میں اچھی اچھی باتیں ہوتی رہتیں جن کا کوئی انت نہیں تھا۔

تھوڑا وقت گزرا یا بہت وقت گزرا بہرحال پھر یہ ہوا کہ سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بےحد خوبصورت بیٹی کا یہ جی چاہنے لگا کہ وہ جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اس کے لئے وہ اس سے سماجت اور درخواست کرنے لگی۔ بہت دنوں تک وہ اس پر راضی نہیں ہوا، اسے ڈر تھا کہ سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بےحد خوبصورت بیٹی خوفزدہ ہوجائےگی اس لئے کہ وہ تھا ایسا ڈراؤنا کہ نہ قصے میں زبان سے بیان کیا جا سکتا ہے نہ قلم سے لکھا جا سکتا ہے۔ تو جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت نے کہا:

"میری بڑی خوبصورت مالکن، بےمثال حسینہ، مجھ سے نہ درخواست کرو نہ میری سماجت کرو کہ میں اپنی ڈراؤنی صورت اور اپنا بےڈھنگا جسم تمہیں دکھا دوں۔ میری آواز سے تم مانوس ہو گئی ہو۔ ہم تم ساتھ دوستی سے، ایک دوسرے کے ساتھ رضامندی سے، یوں سمجھو کہ ہر وقت ہر طرح سے ساتھ رہتے ہیں، میں تم سے اتنی بےپناہ محبت کرتا ہوں کہ تم بھی مجھے پیار کرتی ہو، اور اگر تم مجھ بھیانک اور ڈراؤنے کو دیکھ لوگی تو تم مجھ سے نفرت کرنے لگوگی اور تم مجھے اپنی نگاہوں سے دور کردوگی اور تم سے الگ ہوکر میں صدمے کے مارے مرجاؤں گا۔"

لیکن سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بےحد خوبصورت بیٹی نے یہ سب باتیں ایک نہ سنیں اور اس سے پہلے سے بھی زیادہ سماجت کرتی رہی۔ اس نے یقین دلایا کہ دنیا میں کوئی بھی اتنی بھیانک چیز نہیں ہو سکتی کہ وہ اس سے ڈر جائے اور اس کی وجہ سے وہ اپنے شفیق مالک سے محبت کرنا چھوڑ دے۔

جنگل کا دیو، سمندر کا بھوت بہت دنوں تک اس طرح کی باتوں میں نہیں آیا لیکن پھر وہ اپنی حسینہ کی درخواست کو رد نہ کرسکا اور اس سے بولا:

"میں تمہاری درخواست کو رد نہیں کر سکتا، وجہ یہ کہ میں تم سے اپنی جان سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ تمہاری خواہش پوری کردوں گا حالانکہ جانتا ہوں کہ اپنی ہی خوشی کو برباد کروں گا اور بےوقت موت مروں گا۔ دھندلکے کے وقت جب سرخ سورج جنگل کی اوٹ میں چھپ جائے تو تم سرسبز باغ میں آنا اور کہنا: 'میرے وفادار دوست، مجھے اپنے آپ کو دکھا دو!'، اور میں تم کو اپنی ڈراؤنی صورت، اپنا بےڈھنگا جسم دکھا دوں گا۔ اور اگر اس کے

بعد تمھارا جی میرے ساتھ رھنے کو نہ چاھے تو میں تم کو زبردستی اپنے ساتھ رکھنا اور اذیت دینا نہیں چاھوں گا۔ تم کو اپنے سونے کے کمرے میں تکیے کے نیچے میری سونے کی انگوٹھی مل جائے گی۔ اسے دائیں ھاتھ کی چھنگیا میں پہن لینا اور تم اپنے پیارے بابا کے پاس پہنچ جاؤگی اور پھر تم میرے بارے میں کبھی کچھ نہ سنوگی۔،،

سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بے حد خوبصورت بیٹی نہ ڈری نہ خوفزدہ ھوئی۔ اسے اپنے اوپر پورا بھروسا تھا۔ اور اسی وقت، ایک منٹ بھی گنوائے بغیر وہ سرسبز باغ میں پہنچ گئی اور مقررہ وقت کا انتظار کرنے لگی۔ جب دھندلکا ھو گیا اور سرخ سورج جنگل کی اوٹ میں چھپ گیا تو اس نے کہا: ''میرے وفادار دوست، آپ کو دکھا دو!،، اور دور اسے جنگل کا دیو، سمندر کا بھوت نظر آیا۔ اس نے بس ایک راستہ پار کیا اور پھر گھنی جھاڑیوں میں کھو گیا۔ اور سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بے حد خوبصورت بیٹی کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اس نے اپنے ھاتھ پھینکے، بے حال ھوکر ایک چیخ ماری اور بیہوش ھوکر راستے پر گر پڑی۔

سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بے حد خوبصورت بیٹی پڑی رھی اسی جگہ، تھوڑے وقت یا بہت وقت، لیکن پھر کیا سنتی ھے کہ اس کے پاس ھی کوئی رو رھا ھے، پھوٹ پھوٹ کر اور دردناک آواز میں کہہ رھا ھے:

''تم نے مجھے برباد کردیا، میری حسین محبوبہ، اب میں تمھاری حسین صورت کبھی نہ دیکھ سکوں گا اور مجھے بے وقت موت مرنا پڑے گا۔،،

سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بے حد خوبصورت بیٹی نے اپنے بے انتہا ڈر پر اور اپنے سہمے ھوئے بالی عمر کے دل پر قابو پالیا اور بڑے یقین کے ساتھ کہا:

''نہیں، میرے نیک اور شفیق مالک، ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ میں اب تمھاری ڈراؤنی صورت سے نہیں ڈرتی، میں تم سے محبت کرنا نہیں چھوڑ سکتی، میں تمھاری شفقت کو کبھی نہیں بھول سکتی۔ مجھے پھر اپنی صورت دکھا دو۔ وہ تو میں پہلی بار ڈر گئی تھی۔،،

جنگل کا دیو، سمندر کا بھوت اپنی بھیانک، ڈراؤنی، بے ڈھنگی صورت سمیت پھر اس کے سامنے آگیا۔ بس یہ کہ قریب آنے کی ھمت اس کی نہ پڑی حالانکہ

سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بےحد خوبصورت بیٹی نے اسے بہت بلایا۔ دوسرے دِن اس نے جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کو سرخ سورج کی روشنی میں دیکھا اور حالانکہ شروع میں اس کو اسے دیکھ کر ڈر لگتا تھا لیکن وہ اپنے چہرے سے ظاہر نہیں ہونے دیتی تھی اور جلد ہی ڈر بالکل ہی غائب ہوگیا۔ اب وہ پہلے سے بھی زیادہ ایک دوسرے سے بات‌چیت کرنے لگے، یوں سمجھو کہ دن دن بھر ایک دوسرے سے الگ ہی نہ ہوتے تھے۔ وہ ساتھ ساتھ اچھے اچھے کھانے کھاتے اور شہد کا مشروب پیتے، سرسبز باغ میں ٹہلتے، بے گھوڑے کی گاڑی میں اندھیرے جنگل کی سیر کرتے۔

اور اس طرح کافی وقت گزر گیا۔ قصہ کہتے تو کوئی وقت نہیں لگتا، کام کرتے بڑا وقت لگتا ھے۔ پھر ایک دن سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بےحد خوبصورت بیٹی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے بابا بیمار پڑے ھیں۔ اور اس کو بڑا رنج ہوا اور جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت نے اس کو اس رنج کی حالت میں روتے ہوئے دیکھا۔ اسے بہت دکھ ہوا اور اس نے پوچھا کہ سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بےحد خوبصورت بیٹی کو کس بات کا رنج ھے اور وہ کیوں رو رہی ھے۔ اس نے اپنے برے خواب کا سارا حال سنایا اور جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت سے اجازت مانگی کہ وہ اپنے پیارے بابا کو اور اپنی چہیتی بہنوں کو جاکر دیکھ آئے۔ جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت نے اسے جواب دیا:

”تو تم مجھ سے کیوں اجازت مانگتی ہو؟ میری سونے کی انگوٹھی تو تمہارے پاس رکھی ھے۔ اسے دائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پہن لو اور پلک جھپکتے میں اپنے پیارے بابا کے گھر میں پہنچ جاؤ۔ ان کے پاس رہو جب تک تمھیں یہاں کی یاد نہ آئے۔ البتہ میں تمھیں یہ بتادوں کہ اگر تم تین دن اور تین رات پوری ہونے سے پہلے پہلے نہ آگئیں تو میں اس دنیا میں نہ رہ جاؤں‌گا، اور میں اسی وقت تمہارے کارن جان دے دوں‌گا اس لئے کہ میں تم سے اپنی جان سے زیادہ محبت کرتا ہوں، اور تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔“

سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بے حد خوبصورت بیٹی نے قول دیا اور پکا وعدہ کیا کہ تین دن اور تین رات پوری ہونے سے پہلے پہلے اس کے بلند کمرے میں واپس آجائےگی۔ اس نے اپنے شفیق اور مہربان مالک سے رخصت لی، دائیں ہاتھ

کی چھنگلیا میں سونے کی انگوٹھی پہنی اور پلک جھپکتے میں نیک سوداگر کے، اپنے پیارے بابا کے بڑے پھاٹک پر پہنچ گئی۔

اس کے پیارے بابا اسی کے غم میں تو بیمار تھے۔ اسے دیکھتے ہی ان کی جان میں جان آگئی۔ اور بڑی بہنیں بھی اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ دیر تک وہ سب ایک دوسرے کو پیار کرتے اور گلے لگاتے رہے اور پیارمحبت کی باتیں کرتے رہے۔ اس نے اپنے پیارے بابا اور اپنی بڑی بہنوں کو جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کے ساتھ اپنے رہنے سہنے کا سارا حال سنایا، ایک ایک بات بتائی، نہ کچھ بھولی نہ کچھ چھپایا۔ اور نیک سوداگر کو اس کی امیرانہ شاہانہ زندگی سے خوشی ہوئی اور بڑی حیرت ہوئی کہ کیسے اسے اپنے بھیانک مالک کو دیکھنے کی عادت ہو گئی ہے اور اب وہ جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت سے ذرا بھی نہیں ڈرتی۔ اور بڑی بہنوں نے جب چھوٹی بہن کی دولت کا حال سنا اور یہ کہ اپنے مالک پر تو وہ ملکہ کی طرح حکومت کرتی ہے، بالکل جیسے وہ غلام ہو، تب تو جل بھن کر خاک ہوگئیں۔

پہلا دن تو جیسے گھڑی بھر میں گزر گیا، دوسرا دن لگا کہ بس منٹ بھر میں گزر گیا اور تیسرے دن چھوٹی بہن کو بڑی بہنوں نے قائل کرنا شروع کیا کہ وہ جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کے پاس ہرگز واپس نہ جائے: ''مرتا ہے تو مرنے دو، اس کا یہی حشر ہونا چاہئے۔'' لیکن چہیتی مہمان، چھوٹی بیٹی اپنی بڑی بہنوں پر بہت ناراض ہوئی اور بولی:

''اگر میں اپنے نیک اور شفیق مالک کو اس کی اتنی شفقت اور ایسی شدید، بیان سے باہر محبت کا بدلہ یہ دوں کہ اسے تکلیف میں مرجانے دوں تو میں اس لائق نہیں ہوں کہ میں خود دنیا میں زندہ رہوں۔ اور پھر میں اسی لائق ہوں کہ مجھے درندوں کے سامنے ڈال دیا جائے اور وہ میرے ٹکڑے ٹکڑے کردیں۔''

اس کے باپ، نیک سوداگر نے اس کی بڑی تعریف کی کہ اس نے ایسی اچھی باتیں کہیں۔ اور یہ طے ہو گیا کہ اس کی اچھی، خوبصورت، سب سے چھوٹی اور چہیتی بیٹی مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ پہلے جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کے پاس واپس لوٹ جائے گی۔ بہنیں تو مگر چڑی ہوئی تھیں اور انھوں نے ایک

چالاکی کی ترکیب سوچی، چالاکی کی اور بدی کی۔ انھوں نے گھر کی ساری گھڑیوں کو لے کر ایک گھنٹہ پیچھے کردیا۔

اور جب صحیح وقت ھوگیا تو سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بےحد خوبصورت بیٹی کو بڑی پریشانی ھوئی اور دل میں ایسا درد ھونے لگا جیسے کوئی بری بات ھونے والی ھے اور وہ گھبرا گھبرا کر اپنے باپ کی گھڑیاں دیکھنے لگی — انگلینڈ کی، جرمنی کی گھڑیاں — سب کی سب یہی دکھا رھی تھیں کہ ابھی طویل سفر پر روانہ ھونے کے لئے بہت جلدی ھے۔ اور اس کی بہنیں اسے دیر کرانے کے لئے کبھی اس چیز کی بات کرتیں، کبھی اس چیز کی۔ لیکن اس کے دل کو کسی طرح چین نہیں تھا اور سب سے چھوٹی، پیاری اور بےحد خوبصورت بیٹی نیک سوداگر، اپنے پیارے بابا سے رخصت ھوئی، پھر اپنی چہیتی بڑی بہنوں سے رخصت ھوئی اور جب مقررہ وقت میں ایک منٹ رہ گیا تو اس نے دائیں ھاتھ کی چھنگلیا میں سونے کی انگوٹھی پہنی اور پلک جھپکتے میں جنگل کے دیو، سمندر کے بھوت کے سنگ‌مرمر کے محل میں بلند کمرے میں پہنچ گئی۔ لیکن اسے بڑی حیرت ھوئی کہ جنگل کا دیو، سمندر کا بھوت اس کے سواگت کو نہیں آیا۔ اس نے اونچی آواز میں چلاکر کہا:

”میرے نیک مالک، میرے وفادار دوست، تم کہاں ھو؟ تم مجھ سے ملتے کیوں نہیں؟ میں تو مقررہ وقت سے بھی ایک گھنٹہ بھر اور ایک منٹ پہلے آگئی۔“

نہ کوئی جواب ملا، نہ کوئی پیام نہ سلام، موت کا سا سناٹا چھایا ھوا تھا۔ سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بےحد خوبصورت بیٹی کا دل دھک سے رہ گیا، اسے لگا کہ ضرور کچھ گڑبڑ ھے۔ وہ دوڑ کر اس ٹیلے کے پاس گئی جس پر اس کا محبوب لال بھبوکا پھول کھلا تھا اور کیا دیکھتی ھے کہ جنگل کا دیو، سمندر کا بھوت وھیں ٹیلے پر پڑا ھوا ھے اور لال بھبوکا پھول کو اپنے بےڈھنگے چنگل میں پکڑے ھوئے ھے۔ وہ سمجھی کہ جنگل کا دیو، سمندر کا بھوت اس کا انتظار کرتے کرتے سو گیا ھے اور اب گہری نیند سو رھا ھے۔

تو سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بےحد خوبصورت بیٹی نے اسے جگانا شروع کیا۔ لیکن وہ کچھ سنتا ھی نہیں، اور زور سے جگانا شروع کیا، اس کے جھبرے
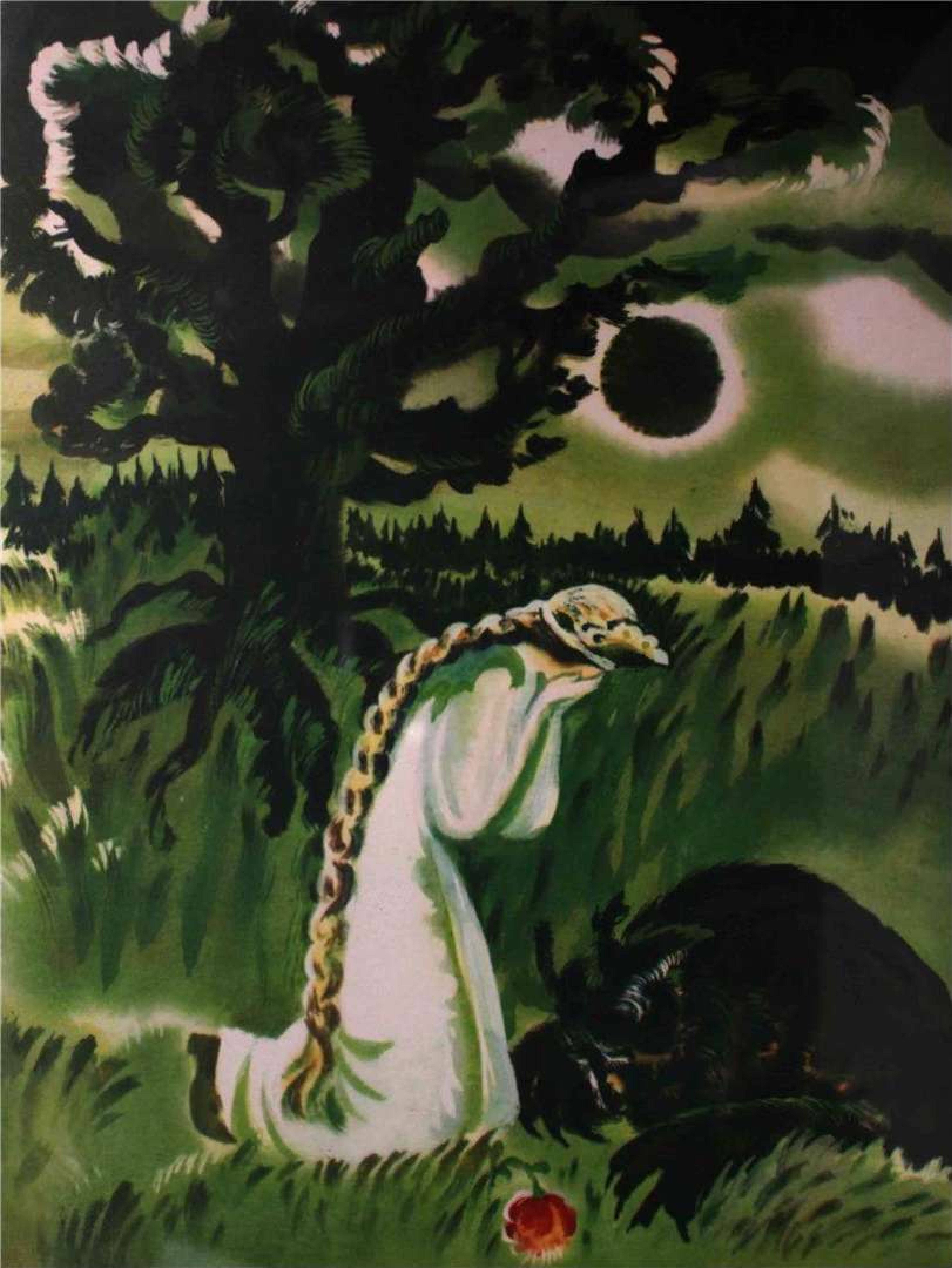
ہاتھ کو ہلایا — تو کیا دیکھتی ہے کہ جنگل کا دیو، سمندر کا بھوت سانس ہی نہیں لے رہا ہے، وہ تو مرا پڑا ہے...

اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا، اس کے پاؤں کانپنے لگے اور وہ وہیں گھٹنوں کے بل گر پڑی۔ اس نے اپنے نازک ہاتھوں میں اپنے نیک مالک کا سر لے لیا، ڈراؤنا اور بے ڈھنگا سر، اور بڑی دردناک آواز میں رونے لگی:

"تم اٹھو تو، جاگو تو میرے سچے دوست، میں تو تم سے محبت کرتی ہوں، تم تو میرے چہیتے منگیتر ہو!.."

اور ابھی اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ چاروں طرف بجلی کے کوندے لپکے، غضب کی گرج سے زمین لرز گئی، ٹیلے کے اوپر کڑکتی ہوئی بجلی گری اور سوداگر کی نوجوان، پیاری اور بے حد خوبصورت بیٹی بیہوش ہو گئی۔

پھر بہت وقت تک یا تھوڑے وقت تک، پتہ نہیں کب تک وہ بیہوش پڑی رہی۔ بس یہ پتہ ہے کہ جب اس کی آنکھ کھلی تو کیا دیکھتی ہے کہ سنگ‌مرمر کے ایک بلند کمرے میں ہے اور سونے کے جڑاؤ تخت پر بیٹھی ہوئی ہے اور اسے ایک نوجوان، بہت ہی خوبصورت شہزادہ لپٹائے ہوئے ہے۔

اور نوجوان شہزادہ، جس کے سر پر شاہانہ تاج ہے، اس سے کہہ رہا ہے:

"لاثانی حسینہ، جب میں ایک بے ڈھنگا دیو تھا تو تم نے میری نیک‌دلی کی وجہ سے اور اس وجہ سے محبت کی کہ میں تم سے محبت کرتا تھا۔ اب مجھ سے انسان کی حیثیت سے محبت کرو، اور میری چہیتی دلہن بنو۔ میرے مرحوم باپ سے، جو بڑے شریف اور لائق بادشاہ تھے، ایک چڑیل خفا ہو گئی تھی، وہ مجھے بچپن ہی میں اغوا کر لے گئی اور اپنی بد قوت سے اور اپنے سفلہ عمل سے اس نے مجھے ایسا بھیانک دیو بنا دیا اور مجھ پر ایسا جادو کر دیا کہ مجھے اس وقت تک اسی طرح ڈراؤنا اور بے ڈھنگا رہنا تھا جب تک میں کوئی ایسی خوبصورت لڑکی نہ ڈھونڈ لوں، چاہے وہ کسی بھی ملک یا مرتبے کی ہو، جو اسی ڈراؤنی صورت میں مجھ سے محبت کرے اور مجھ سے شادی کرنے پر تیار ہو جائے۔ اور تب وہ جادو ٹوٹ جائے گا اور میں پھر پہلے کی طرح نوجوان اور خوبصورت انسان بن جاؤں گا۔ اور میں تیس سال تک ویسا ہی بھیانک اور ڈراؤنا رہا اور

میں اپنے جادوئی محل میں گیارہ لڑکیوں کو بہلا پھسلا کر لایا، تم بارھویں تھیں۔ میری شفقت و عنایت کی خاطر، میرے نیک دل کی خاطر کسی ایک نے بھی مجھ سے محبت نہیں کی۔ صرف تم نے مجھ ڈراؤنے اور بے ڈھنگے دیو سے محبت کی اس لئے کہ میرا دل نیک تھا، اس لئے کہ میں تم سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ اس لئے تم ایک شریف بادشاہ کی بیوی، ایک طاقتور بادشاہ کی ملکہ بنوگی۔،،

بس تو ان کی شادی ہوگئی اور دونوں ہنسی خوشی رہنے لگے۔

С. Аксаков
АЛЕНЬКИЙ ЦВЕТОЧЕК
На языке урду

S. Aksakov
The Little Scarlet Flower
in Urdu

سوویت یونین میں شائع‌شدہ

A $\frac{70802\text{-}426}{014(01)\text{-}82}$ 737-82

4803010101

دارالاشاعت ترقی
ماسکو